اردو اسلامی ادب میں رفیع الدین ہاشمی کی خدمات کا مطالعہ

(A Study of the Services of *Rafī-ud-Dīn Haāshmī* in Urdu Islamic Literature)

Zeb-un-Nisa

Doctoral Candidate Urdu, AIOU, Islamabad/ Associate Professor of Urdu

Government Graduate Baghbanpura College for Women, Lahore

Abstract

This article studies the contribution of *Rafī-ud-Dīn Haāshmī* (Born 1940), a renowned Pakistani scholar of Urdu language and literature. His literary contributions towards various branches of Urdu literature have been appreciated among the literary circle. His attachment with the manifesto of Islamic movement is reflected in his writings. He condemned the non-Islamic traditions, style and ways of living in his writings. He pointed out the weaknesses of socialism in comparison with that of Islam. *Hāshmī* clearly mentioned the anti-masses manifesto of socialist form of government in his articles like "*Socialism and Religion*", "*Socialism and Democracy*", "*Social and Farmers*" and "*Socialism and Suppression*". He presented a complete programmer for spiritual training of individual and society as well as social stability in his article named: "*Shab Bedārī*". His other notable contributions discussed here are "*Khutbāt-i-Rasūl*", "*Seerat-i-Sarwar-e-'Ālam*" and "*Iqbal aur Mīir-i-Hijāz*". His writings and articles had a profound effect on the readers.

Key Words: *Rafi-ud-Dīn Haāshmī's,* contribution, Urdu Islamic Literature

تمہید

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (پیدائش 1940ء) اردو ادب کے نام ور استاد، محقق و مصنف اور ماہرِ اقبالیات ہیں۔ آپ کی تصنیفی سرمائے کا ایک پہلو آپ کی تصانیف میں اسلامی و مذہبی عناصر کی موجودگی ہے، جس کا محرک آپ کی تحریک اسلامی کے منشور سے عمر بھر کی وابستگی ہے۔ آپ کے والد گرامی (محمد محبوب شاہ ہاشمی) تاحیات تحریک اسلامی سے وابستہ رہے اور دینی لٹریچر کی ترویج و اشاعت میں مختلف مقامات کے طویل اور مختصر سفر اختیار کیے۔ گھریلو ماحول کے ہاشمی صاحب کا رجحانِ طبعی اِسلامی لٹریچر کی جانب رہا۔ والدِ محترم کی جماعت اِسلام سے گہری وابستگی کے احساس نے ہاشمی صاحب کو مولانا مودودی کی تحریروں کی طرف مائل کیا۔ مولانا مودودی کی تفسیر القرآن (تفہیم القرآن) کے مطالعہ سے قرآن فہمی کی منزلیں طے کیں۔ دیگر مذہبی مسائل اور فضائل کی حامل کتب نے ہاشمی صاحب کی دینی سمجھ بوجھ میں اضافہ کیا۔ ہاشمی صاحب، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی عصری نشستوں میں باقاعدگی سے حاضر ہوتے اور اِن نشستوں کی روداد قلم بند کرتے۔ مزید ہفتہ وار درسِ قرآن و حدیث میں بھی شمولیت اختیار کرتے۔ ہاشمی صاحب نے عصری نشستوں اور متعدد دروس کی رودادوں کو ایک مجموعے میں یکجا کرکے شائع کر دیا۔[1] ہاشمی صاحب کی تحریروں میں قرآن و احادیث کے حوالے بکثرت ملتے ہیں۔ آپ نے انبیاء و صالحین کرام، صحابہ کرامؓ اور دیگر مسلم مشاہیر کے شخصی اور مذہبی احوال و کمالات قلم بند کرکے نسل نو کی کردار سازی کے لیے قلمی مرقعے حوالۂ قرطاس کیے ہیں۔ یہ مضمون ہاشمی صاحب کی اسلامی زاویۂ نگاہ سے لکھی گئی کتب اور مضامین کے مطالعے پر مشتمل ہے۔ اس میں یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ ان کی مختلف تحریروں کا تعارف کراتے ہوئے ان کے تناظر میں ان کے اسلامی رجحانات کا سامنے لایا گیا ہے۔

سوشلزم اور مذہب

چشم کشا حقائق اور تاریخ عالم کے اوراق نے واضح کیا کہ روس میں لینن کی قیادت (1917ء) میں عوام کی ایک بڑی اکثریت نے ظالم ترین زار شاہی کی سرمایہ دارانہ حکومت کا تختہ اُلٹ کر مزدور جمہوریت قائم کی۔ اِس صنعتی اِنقلاب نے روس کو چند ہی دہائیوں میں ایک پسماندہ ملک سے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا۔ سویٹ یونین دنیا کی دوسری بڑی سپر پاور بن کر اُبھرا۔ سرمایہ دارانہ سماج میں چونکہ ایسی تیز ترین اور اعلیٰ ترقی کا تصور بھی ناپید تھا چنانچہ عالمی سطح پر سوشلسٹ نظامِ حکومت کی بھرپور پذیرائی ہوئی۔ وسطِ ایشیا کے مسلمان بھی اِنقلابِ روس سے متاثر ہوئے تاہم یورپی اقوام کے علاوہ اسلامی ممالک بھی اشتراکیت کے مضمرات سے قطعی لاعلم تھے۔ ہاشمی صاحب نے روس کے صنعتی انقلاب کو اِسلام کی روح کے منافی قرار دیا کیونکہ ملتِ اسلامیہ کو اِس سامراجی فتنے سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ ہاشمی صاحب نے موضوع کی حساسیت اور چشم کشا حقائق کے باعث مفصل مضامین تحریر کیے۔ اِن مضامین میں اُنھوں نے روسی انقلاب کی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کیا۔ پاکستانی سوشلسٹوں نے، سوشلزم کو ایک روحانی شکل دینے کے لیے "اِسلامی سوشلزم" کی

[1] ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، مجالس سیّد مودودی (لاہور: منشورات، 2020ء)۔

اصطلاح وضع کی۔ مسلم سوشلسٹ قائدین نے اِس نظام کو اِسلامی ضابطوں سے ہم آہنگ قرار دیا، خاص طور پر زکوٰۃ کی تعلیم کا حوالہ دیتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ یہ اشتراکیت کے اُصولوں کے عین مطابق ہے۔ تاہم راسخ العقیدہ مکاتب فکر کے حامل مسلمانوں نے "اسلامی سوشلزم" کو دو بے جوڑ نظریات کا تال میل قرار دیا۔ ہاشمی صاحب نے بھی ''اِسلامی سوشلزم'' کے سیاسی فلسفے کو محض دھوکا اور فریب نظر قرار دیا۔ جو لوگ اسلامی اشتراکیت کا نعرہ لگاتے ہیں اگر اِن کی یہ بات مان لی جائے کہ اشتراکیت کا اقتصادی مساوات اور معاشی نظام اِسلام سے ہی لیا گیا ہے تو اِسلامی اشتراکیت کی اصطلاح کا جواز ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ہاشمی صاحب نے اپنے اِس مضمون میں پاکستانی سوشلسٹوں کے اسلامی اور سوشلزم سے متعلق افکار و نظریات کا مستند دلائل کے ساتھ محاکمہ کیا ہے۔ سوشلسٹوں کی رائج کردہ اصطلاح ''اِسلامی سوشلزم'' کی حقیقت اور ان کے نعرے ''اِسلام ہمارا مذہب ہے'' کی اصلیت بے نقاب کی۔ ہاشمی صاحب نے سوشلزم کا فکری اور تاریخی تجزیہ کیا کہ سوشلزم کے بنیادی افکار میں مذہب کے پیروکاروں کی کوئی انفرادی و شخصی حیثیت نہیں ہے۔ مذہب کے حوالے سے کارل مارکس کا مشہور فقرہ ہے: ''مذہب عوام کے حق میں افیون کا اثر رکھتا ہے''۔ اکتوبر 1917ء میں روس میں انقلاب آیا تو مارکس کا یہ فقرہ ماسکو کے پبلک ہال کے باہر لکھ دیا گیا تھا۔ روسی انقلاب کا بانی لینن کہتا ہے کہ مذہب کے خلاف جدوجہد کرنا ہماری جماعت کا اہم ترین فریضہ ہے۔ سوشلسٹوں کے نزدیک: خدا کا وجود سوشلسٹ سماج کے لیے بے کار ہے۔ ایک سچے سوشلسٹ کو ہمیشہ ملحد ہونا چاہیے۔ سوشلزم کو مُذاہب کی بیخ کنی کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ ہاشمی صاحب نے اِس مضمون میں سوشلسٹوں کی مذموم کارروائیوں کی کھل کر مذمت کی۔ سوشلسٹ مصنّفین نے اِسلام کے ماننے والوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے اور اِسلام پر رکیک حملے کیے۔ آں حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو محض تاریخی مفروضہ قرار دیا۔ روسی مصنّفین کے خیال میں حضرت محمد ﷺ ایک جاگیردارانہ انقلاب لائے۔ قرآنِ پاک کی تعلیمات کو استحصالی قوتوں کے مفادات سے وابستہ کیا گیا۔ اِسلامی قائد اور دینی شعار کو فضول اور بے ہودہ کہا گیا۔ زیرِ نظر مضمون میں سوشلسٹ انقلاب کی تباہ کاریوں کو تاریخی شواہد سے جانچا گیا ہے۔ جن ممالک میں یہ انقلاب بر پا ہوا، وہاں مذہب کے ماننے والوں، اِن کی عبادت گاہوں اور مذہبی آزادی پر ناقابل بیان پابندیاں عائد کی گئیں۔ وسطِ ایشیا کے مسلمانوں کی اعانت حاصل کرنے کے لیے لینن کے دستخطوں سے ایک اعلان جاری کیا گیا، اِس میں کہا گیا، روس کے مسلمانو! تمھارے دین و ایمان، تمھاری روایات، تمھارے قومی اور ثقافتی اداروں کی آزادی اور حرمت کی حفاظت اور تکریم سوویٹ انقلاب تمھاری اور سوویٹ یونین کے تمام اقوام کی کرے گا۔ سوویٹ یونین تم سے صرف تعاون چاہتی ہے۔ وسط ایشیا کے مسلمان، روس کے انقلابی اعلان سے متاثر ہو کر تعاون پر آمادہ ہو گئے۔ ہاشمی صاحب نے اِسی سیاسی اعلان کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:

> مسلمان، سوشلسٹوں کے دامِ فریب میں آگئے۔ مگر جب سوشلسٹوں کے پاؤں مضبوطی کے ساتھ جم گئے تو اُنھوں نے اپنے وعدوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلمانوں کی بیخ کنی اور

اِن کی ریاستوں کے خاتمے کے لیے ایک منظّم منصوبے پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے اوقاف پر قبضہ کر لیا گیا۔ دینی مدارس بند کر دیے گئے۔ مسلمانوں کے ہاں عربی رسم الخط رائج تھا۔ سوشلسٹوں نے انھیں ان کے ماضی اور عالمی اِسلامی برادری سے کاٹ دینے کے لیے ایک اور دُور رس اقدام یہ کیا کہ اِن کے رسم الخط کو بدل ڈالا۔[2]

سوشلزم کے ماننے والوں نے مختلف ممالک کے عوام پر ظلم و بربریت کے پہاڑ ڈھائے۔ وسط ایشیا، چین، مشرقِ وسطیٰ (عراق، شام، مصر) میں سوشلسٹوں نے اسلام پسند عناصر کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا۔ زیر نظر مضمون کے آخر میں ہاشمی صاحب کا بصیرت افروز محاکمہ قارئین کو سوچنے اور حقیقت حال کو درست سمت میں جانچنے پر اُکساتا ہے:

مذہب، خصوصاً اِسلام کے بارے میں سوشلسٹوں کے نظریات اور مسلمانوں سے اِن کے عملی برتاؤ کی اِن تفصیلات کو دیکھ کر ہر شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ پاکستان میں سوشلسٹ انقلاب آگیا تو یہاں اسلام کا کیا حشر ہو گا اور مسلمانوں سے کیا سلوک روا رکھا جائے گا۔[3]

ہاشمی صاحب نے سوشلزم کے تاریک پہلوؤں کو اپنے دیگر مضامین میں بھی جامع انداز میں آشکار کیا ہے، مثلاً مضمون: ''سوشلزم اور تشدد'' کے مندرجات میں سوشلسٹوں کے جبر و تشدد اور تخریبی کارروائیوں کو کھل کر بیان کیا ہے، کیونکہ سوشلزم کی فطرت یہ ہے کہ وہ نفرت کے بیج بوتا ہے۔ قتل و غارت اور خون ریزی، جبریت، ذہنی تعذیب، جسمانی تشدد، جبری محنت کے کیمپ، وغیرہ کے بارے میں سوشلزم کی تاریخ متشدانہ مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ہاشمی صاحب نے اپنے مضمون میں سوشلسٹ جبر و تشدد کے چند پہلوؤں کے بارے میں مختصر اشارے کر کے پاکستانی سوشلسٹوں کو آگاہ کیا کہ سوشلسٹ حضرات جو آگ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں اگر اِن کی کوشش کامیاب ہو گئی تو ہمارا ملک، ہماری تہذیب، ہمارا دین اور ہماری روایات سب کچھ اِس آگ میں جل کر بھسم ہو جائے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اِس آگ کو روکنے کے سلسلے میں ہر پاکستانی اپنے فرائض سے کس حد تک عہدہ برآ ہوتا ہے۔[4]

''سوشلزم اور جمہوریت'' کے عنوان سے لکھے گئے مضمون میں پاکستانی سوشلسٹوں کے نعرے ''جمہوریت ہماری سیاست ہے'' کا پول کھولا گیا ہے۔ جمہوریت میں عوام کی رائے، ان کی آزادی اور حقوق ہر شے پر مقدم ہوتے ہیں۔ جمہوری طرزِ حکومت میں ہر کام عوام کی مرضی کے مطابق انجام پاتا ہے۔ ہاشمی صاحب نے دنیا کے تمام سوشلسٹ ملکوں کی تاریخ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سوشلزم میں جمہوری روایات ذبح تو ہو سکتی ہیں، پنپ نہیں سکتیں۔ لوگوں پر نفسیاتی اثر ڈالنے کے لیے سوشلزم کے حامی لفظ ''جمہوریت'' اور ''عوام'' کو اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار استعمال کرتے ہیں۔ سوشلسٹ

---

[2] رفیع الدین ہاشمی، سوشلزم اور مذہب (سرگودھا: ادارہ ادبِ اسلامی، 1969ء)، 7۔

[3] ہاشمی، سوشلزم اور مذہب، 16۔

[4] رفیع الدین ہاشمی، سوشلزم اور تشدد (سرگودھا: ادارہ اَدبِ اسلامی، 1969ء)، 15۔

ملکوں کے ناموں کے ساتھ ''عوامی'' اور ''جمہوری'' کے الفاظ التزام کے ساتھ لگائے جاتے ہیں۔[5] تاہم پاکستانی مسلمانوں نے سوشلسٹوں کے مذموم عزائم کو جلد ہی بھانپ لیا اور سوشلزم کی سرخ غلامی کا طوق اپنی گردن سے اُتار پھینکا۔ ''سوشلزم اور کسان'' کے موضوع پر ہاشمی صاحب نے جامعیت کے ساتھ سوشلزم میں زراعت اور کسان کے مسائل پر بحث کی ہے۔ سوشلزم میں کسان کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں اور سوشلسٹ نظام میں کسان کے مسائل کا کوئی حل موجود نہیں ہے۔ اِس مضمون میں پاکستان کا کسان، سوشلزم کے بھیانک عزائم کے تحت اپنا دردناک مستقبل دیکھ سکتا ہے۔ اشتراکی حکمت عمل کا سب سے کمزور پہلو زراعت ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں زراعت کے میدان میں سوشلزم کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہاشمی صاحب کا یہ تجزیہ حرف بہ حرف درست ہے کہ:

> ایک مسلمان کے لیے اِسلامی نظام سے زیادہ بہتر نظام اور کوئی نہیں ہو سکتا اور ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی غیر اسلامی نظام کے لیے کوشش کرنے کی بجائے اپنی صلاحیتوں کو اسلامی نظام کے قیام میں صرف کرے۔[6]

محولہ بالا مضامین میں ہاشمی صاحب نے سوشلزم کے تاریک پہلوؤں کا جس وسعت اور بالغ نظری سے جائزہ لیا اور واشگاف انداز میں حقائق کو آشکار کیا، اُس سے اُن کی دروں بینی اور اِسلامی طرزِ فکر سے وابستگی کا سراغ ملتا ہے۔ اُن کے نزدیک اِس نظام کا کسی بھی حوالے سے اسلامی اُصولوں سے کوئی واسطہ نہیں، ہم آہنگی تو بہت دُور کی بات ہے۔ وقت اور حالات نے بعد ازاں ہاشمی صاحب کے تجزیات پر مہر ثبت کر دی اور بیسیویں صدی کے اختتام تک ''اسلامی سوشلزم'' ہی نہیں بلکہ اصل اشتراکیت کا تذکرہ بھی اقوامِ عالم میں کم سے کم ہونے لگا۔

شب بیداری

دُنیا اور آخرت میں کامیابی اور فلاح کے لیے رات کے قیام یعنی نمازِ تہجد کے بہت سے روحانی فائدے ہیں۔ شب بیداری کے لغوی معنی ''رات کو جاگنا'' کے ہیں، مگر یہ ''رت جگا'' دُنیاوی ضروریات یا مقاصد کے لیے نہیں اور نہ ہمیشہ ساری ساری رات کا جاگنا ہے، جس سے دِن کے معمولات متاثر ہوں۔ شب بیداری کا اصل مفہوم یہ ہے کہ رات کے کچھ حصے میں بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، اُس سے گناہوں کی معافی مانگی جائے اور مغفرت اور رحمت طلب کی جائے۔ قیام اللیل، نمازِ تہجد اور شب بیداری کے گوناگوں فوائد ہیں کہ یہ قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اِس سے دُعا کی قبولیت کا موقع ملتا ہے۔ رضائے الٰہی اور جنت کی بشارت، ضبط نفس اور تزکیہ قلب کا ذریعہ فراہم ہوتا ہے۔ ''شب بیداری'' کے زیر عنوان ہاشمی صاحب نے قرآن و احادیث کی روشنی میں ایک مفصل مضمون رقم کیا (1975ء)۔ افادۂ عام کے لیے یہ مضمون کتابچے کی صورت میں متعدد بار شائع ہوا۔ اوّلین اڈیشن میں اِس کتابچے کی غرض و غایت کے باب میں لکھا:

---

[5] رفیع الدین ہاشمی، سوشلزم اور جمہوریت (سرگودھا: ادارہ ادبِ اسلامی، 1969ء)، 23۔

[6] رفیع الدین ہاشمی، سوشلزم اور کسان (سرگودھا: ادارہ ادبِ اسلامی، 1969ء)، 80۔

> شب بیداری کی حیثیت مسلم معاشرے کے لیے ایک ایسے عمل کی ہے جو فرد کو شخصی سطح پر اور معاشرے کو بحیثیت مجموعی داخلی طور پر ایک زبردست قوت، توانائی اور استحکام عطا کر سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان قوت کے اِس مخفی خزانے سے غافل ہو گئے۔ زیر نظر مضمون میں، شب بیداری کی اہمیت اور حکمتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔[7]

اِس کتابچے میں ''شب بیداری'' کے فضائل، برکات اور ثمرات کو موثر اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر رات کے آخری پہر، نیند سے بیدار ہو کر عبادت کرنا، ایک مسلمان کے لیے سعادت سے کم نہیں۔ ہاشمی صاحب نے تہجد گزاروں کی فضیلت کو قرآن کی روشنی میں پیش کیا۔

شب بیداری کی فضیلت اور اہمیت کا اصل مقصد ذکر الٰہی ہے۔ ہاشمی صاحب نے کلامِ الٰہی اور فرامین نبوی ﷺ کے حوالے سے اِس کی اہمیت، افادیت اور روحانی فضیلت بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے عبادتِ شب کو اپنے پسندیدہ اور اطاعت گزار بندوں کی صفت قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم میں ''عبادالرحمٰن'' کے تذکرے میں ارشاد ہوتا ہے: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا۔[8] "رحمٰن کے (اصلی بندے وہ ہیں) جو اپنے ربّ کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔" "اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو براہِ راست تہجد کی نماز کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: " رات کو تہجد کی نماز پڑھو۔ یہ تمھارے لیے نفل ہے۔ بعید نہیں کہ تمھیں تمھارا ربّ مقامِ محمود پر فائز کرے۔ "[9] ایک اور مقام پر آپ ﷺ کو اِس طرح تاکید فرمائی: " اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے، رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لو یا اِس سے کچھ زیادہ بڑھا دو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔"[10] اِس آیت مبارکہ کی توضیح بیان کرتے ہوئے ہاشمی صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں اگرچہ خطاب براہِ راست نبی اکرم ﷺ سے ہے لیکن بالواسطہ عبادتِ شب کی تلقین اُمت کو بھی کی گئی ہے۔ اُمت کے لیے لازم ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ہر چھوٹے بڑے عمل میں ان کی پیروی کرے۔[11] رسول اکرم ﷺ نے احادیث میں بکثرت ''شب بیداری'' اور نمازِ تہجد کی تاکید کی ہے۔ شب بیداری اور عبادتِ شب کی اہمیت کی بنا پر رسولِ اکرم ﷺ کی ہمیشہ خواہش رہتی کہ افرادِ اُمت، برکات کے اِن خزانوں سے بیش از بیش مستفیض ہوں۔ اِس سلسلے میں آپ ﷺ کا اضطراب اور آپ ﷺ کی فکری مند حضرت اِمّ سلمیٰؓ کی بیان کردہ ایک حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں: ایک رات رسول اللہ ﷺ سخت گھبراہٹ کے عالم میں نیند سے اُٹھے اور فرمایا:

---

[7] رفیع الدین ہاشمی، شب بیداری (لاہور: ادبِ اسلامی پبلی کیشنز، 1975ء)، 3۔

[8] الفرقان، 25:64۔

[9] بنی اسرائیل، 17:79۔

[10] المزمل، 73:1-4۔

[11] ہاشمی، شب بیداری، 6۔

سبحان اللہ، رات میں کس قدر خزانے اُتارے گئے ہیں اور کتنے فتنے! کوئی ہے جو حجرے والیوں کو جگائے تاکہ وہ نماز پڑھیں۔ کتنی ہی دنیا میں کپڑے پہننے والیاں ہیں، جو آخرت میں برہنہ ہوں گی

آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ میں عبادتِ شب اور تہجد کی اِس قدر تاکید کیوں کی گئی؟ اور مختلف پیرائے میں کیوں اُکسایا گیا؟ ہاشمی صاحب توضیحاتی انداز میں بیان کرتے ہیں کہ شب بیداری زبردست قربانی اور ایثارِ نفس کا معاملہ ہے۔ آرام دہ بستر کو چھوڑ کر اور میٹھی نیند کو ترک کرکے اُٹھ کھڑے ہونا اور پھر جاگتے رہنا ایک سخت، مشکل اور خواہشاتِ نفس کو دبانے والا کام ہے۔[12] قرآن پاک کے الفاظ ہیں: اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلاً[13] "درحقیقت رات کا اُٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔" عبادتِ شب کی فضیلت اور اہمیت کی بناپر اور اس کا اہتمام کرنے والے مومن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بھی خدا کے نیک اور برگزیدہ بندوں کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ قیام اللیل اور عبادت شب کا اہتمام کرتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیام اللیل، یعنی نمازِ تہجد اُن لوگوں کا طریقہ ہے جو تم سے پہلے تھے۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: حضرت داوٗد علیہ السلام کا ایک وقت مقرر تھا اور وہ اس وقت (مقررہ) پر اپنے گھر والوں کو جگاتے اور کہتے: "اے آلِ داوٗد، اُٹھو اور نماز پڑھو۔"

نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ عموماً نصب شب کے بعد اور کبھی دو تہائی رات گزرنے کے بعد اُٹھتے اور خدا کے حضور نہایت انہماک اور توجہ سے عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ بعض اوقات اِس قدر طویل قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ ایک بار صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اس سے یہ درس دینا مقصود تھا کہ نیکی اور عبادتِ الٰہی کی کوئی انتہا نہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو بھی تہجد کی تاکید کی۔ اکثر صحابہ کرامؓ بھی نماز تہجد کا اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ شب کے ابتدائی حصے میں اُٹھ کھڑے ہوتے اور نمازِ تہجد میں اِن کی دھیمی دھیمی تلاوت تادیر جاری رہتی۔ حضرت عمر فاروقؓ نمازِ تہجد میں مضامین خوف کی آیات تلاوت کیا کرتے اور روتے رہتے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نصف شب عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اِسی طرح امام شافعیؒ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رات کو بہت کم سوتے تھے۔[14]

[12] ہاشمی، شب بیداری، 10۔

[13] المزمل، 73:6۔

[14] ہاشمی، شب بیداری، 13-12۔

نمازِ تہجد اور قیام اللیل میں چند خاص حکمتیں پوشیدہ ہیں، مثلاً: عبادتِ الٰہی اور توجہ اِلی اللہ کے لیے انسان کو جو فراغت اور یکسوئی رات کے اوقات میں نصیب ہو سکتی ہے، وہ دِن میں ممکن نہیں ہوتی۔ رات کی تنہائی میں انسان کو احتسابِ نفس کا موقع ملتا ہے۔ شب بیدار مومن میں عجز وانکسار، صبر واستقامت اور عزیمت کی ایسی شان پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو باطل کے مقابل کبھی کمزور محسوس نہیں کرتا۔ عبادتِ شب کی حکمتیں، عبادت گزاروں کو روحانی طور پر پُرسکون اور مایوسی کے اندھیروں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ ہاشمی صاحب کا محاکمہ بجا ہے:

> شب بیداری اور قیام اللیل کے ذریعے انسان اپنی گذشتہ زندگی کا احتساب کرکے اپنی روح کا میل کچیل دُور کرتا ہے اور اگلے روز کے لیے، اور درحقیقت مستقبل کے لیے صبر واستقامت اور قناعت کا زادِ راہ لے کر نئے سفر پر روانہ ہوتا ہے۔ اِس طرح ایک اعتبار سے وہ ہر روز اپنی زندگی کا ایک نیا دَور شروع کرتا ہے۔ [15]

شب بیداری: کب اور کیسے؟

زیر مطالعہ کتابچے میں، ہاشمی صاحب اِس سوال کا جواب بھی تلاش کرنے میں کوشاں نظر آتے ہیں کہ شب بیداری کا اہتمام کب اور کیسے کیا جائے؟ ہاشمی صاحب کا یہ خیال بجا ہے کہ سال کے باقی دنوں میں یہ اہتمام نہ ہو سکے تو رمضان المبارک کے ماہِ مقدس میں شب بیداری کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔ قرآن مجید کا نزول اِسی بابرکت مہینے میں ہوا اور یہ نزول شب قدر میں ہوا۔ شب قدر کے بارے میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے: لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ [16] "شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔" گویا لیلۃ القدر کی برکتوں اور سعادتوں سے مستفیض ہونے کے لیے بھی رمضان المبارک میں قیام اللیل ضروری ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ تم شب قدر کو رمضان کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ غرض سچے مومن کی شان یہ ہے کہ وہ نیکیاں سمیٹنے میں حریص ہوتا ہے اور اِن کے حصول میں ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔ شب بیداری انفرادی بھی ہو سکتی ہے اور اجتماعی بھی، مگر انفرادی صورت بہتر ہے کیونکہ نفلی عبادت میں اِخفا کو ترجیح دی گئی ہے۔ تاہم اجتماعی شب بیداری کے بعض ایسے فوائد ہیں جن کے پیش نظر کبھی کبھی بہت سے لوگوں کو مل کر بھی شب بیداری کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ہاشمی صاحب نصیحت آمیز پیرائے میں توجہ دِلاتے ہیں: ”اجتماعی شب بیداری میں سنجیدگی، وقار، تقدس اور تسبیح و تحمیدِ الٰہی کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ اُسی صورت ممکن ہے کہ کاروباری اور دُنیوی معاملات کو موضوعِ گفتگو بنانے سے مکمل اجتناب کیا جائے۔“ [17]

---

[15] ہاشمی، شب بیداری، 14۔

[16] القدر، 97:3۔

[17] ہاشمی، شب بیداری، 17۔

شب بیداری کے ثمرات سے بھرپور فائدہ اُسی وقت اُٹھایا جاسکتا ہے، جب کچھ خاص باتوں کو دھیان میں رکھا جائے۔ اجتماعی شب بیداری میں تو اِن باتوں کا خیال اور بھی لازم ہو جاتا ہے۔ ہاشمی صاحب نے جن اُمور کا التزام ضروری قرار دیا ہے، اُن میں نیت کی درستی اور اور حضورِ قلب، نوافل، دُعا، ذکر واذکار، احتساب نفس، تلاوتِ قرآن، دُعائیں یاد کرنا، مطالعہ قرآن و حدیث اور ہنسی مذاق سے اجتناب شامل ہیں۔ [18] دُنیاوی گفتگو اور غیر سنجیدہ اُمور سے شب بیداری کا تقدس اور وقار مجروح ہوتا ہے۔ یہی وہ اُمور ہیں جنھیں ملحوظ رکھ کر شب بیداری کے اَن گنت فیوض وبرکات سے اپنے قلب کی دُنیا کو مصفّا کیا جاسکتا ہے۔

ہاشمی صاحب نے اِس کتابچے کے اختتام میں شب بیداری کے طبّی اور نفسیاتی خصائص بھی مؤثر پیرائے میں حوالہ قرطاس کیے ہیں۔ اُن کا تجزیہ سو فیصد بجا ہے کہ ''ایسی عبادت اور شب بیداری ہی باطل قوتوں سے معرکہ آرائی کرنے والے مومن کے لیے سود مند ثابت ہو سکتی ہے۔'' [19]

غرض یہ ایمان افروز کتابچہ ایک مسلمان کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں، معلّم کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ کتابچے کے بین السطور میں ہاشمی صاحب کا دینی اور مذہبی طرزِ فکر اور رجحان پوری شدت اور عقیدت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

خطباتِ رسول ﷺ

نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنا ایک مسلمان کے ایمان کا حصہ بھی ہے اور حکم ربانی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے دین اسلام کی تکمیل ہی نہیں، بلکہ نبوت اور رہنمائی کے سلسلے کو آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ختم کرکے نبوت کے خاتمے کے ساتھ ساتھ سیرتِ انسانیت کی بھی تکمیل فرمادی کہ آج کے بعد اِس سے بہتر، ارفع واعلیٰ اور خوبصورت نمونہ و کردار کا تصور بھی ناممکن اور محال ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر متعدد زبانوں میں بے شمار کتب لکھی جاچکی ہیں اور لکھی جارہی ہیں، جو اِن مؤلفین کی طرف سے آپ ﷺ کے ساتھ محبت اور عقیدت کا ایک بہترین اظہار ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کے متعدد پہلو ہیں جن میں ایک پہلو آپ ﷺ کے خطبات بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں بے شمار خطبات ارشاد فرمائے مگر یہ سب خطبے اوّل تا آخر مکمل صورت میں کسی ایک کتاب میں یکجا صورت میں نہیں ملتے۔

زیر مطالعہ خطبات کے انتخاب کا اختصاصی پہلو یہ ہے کہ ہاشمی صاحب نے آپ ﷺ کے طویل اور مختصر اکیاون (51) خطبات مکمل صورت میں یکجا کیے ہیں۔ قبل ازیں احادیث کے مجموعوں میں بالعموم خطباتِ نبوی ﷺ کے متفرق اور مختلف حصے ملتے ہیں کیونکہ ہر راوی نے اپنی پسند یا ضرورت کے مطابق بات بیان کرنے کے لیے اِن سے استفادہ کیا ہے۔ ہاشمی صاحب نے مختلف کتابوں سے خطبات کا انتخاب کیا۔ خطبات کے تراجم پر خاص توجہ دی۔ تراجم کی ذیل میں واضح کیا:

---

[18] ہاشمی، شب بیداری، 23-17۔

[19] ہاشمی، شب بیداری، 24۔

> اُردو میں خطباتِ رسول ﷺ کے بہت سے ترجمے ملتے ہیں مگر اِن کی صحت کے بارے میں اطمینان نہ تھا۔ باری تعالیٰ پروفیسر عبدالرشید ارشد (م: 1987ء) کو غریق رحمت کرے، اُنھوں نے میری درخواست پر جملہ خطبات کے اُردو ترجمے پر نظرِ ثانی کی اور بعض خطبوں کو از سرِ نو ترجمہ کیا۔ بعد ازاں مولانا عبدالوکیل علوی صاحب نے خطبات کے متن اور ترجمے کو دیکھ کر تصویب فرمائی، جس کے لیے اِن کا شکر گزار ہوں۔ [20]

زیرِ نظر انتخاب میں شامل خطبات کا تعلق متنوع موضوعات اور مسائل سے ہے۔ ہاشمی صاحب نے خطبات کے تراجم میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت، شان و شوکت اور حلاوت کو نہایت مہارت سے باقی رکھنے کی کوشش کی ہے۔
عربی معاشرے میں خطابت بہت بڑا وصف سمجھا جاتا تھا۔ آنحضور ﷺ اُمی تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تقریر و خطابت کی غیر معمولی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ آنحضور ﷺ کے خطبے عموماً مختصر ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ عقل مندی یہ ہے کہ خطبہ مختصر اور نماز طویل ہو۔ مختصر خطبات سے آپ ﷺ کی قادر الکلامی ظاہر ہوتی ہے، اِسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: بُعِثْتُ بِجَوَا مِعِ الْكَلِم " مجھے جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔" آپ ﷺ کے جامع کلمات اپنی بلاغت، معنوی وسعت و ہمہ گیری کے سبب، حکمت و دانش کا مرقع ہیں اور اِس اعتبار سے اقوالِ زریں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ [21] ہاشمی صاحب نے "خطباتِ رسول ﷺ" کی ترتیب و تدوین میں نہایت محنت، خلوص اور قلبی وابستگی کا ثبوت دیا ہے۔ خطبات کے تراجم کا برجستہ اور مؤثر اُسلوب، قارئین کے ذوقِ مطالعہ پر گہرے نقوش مرتسم کرتا ہے۔ ذیل میں ایک مثال بطور نمونہ درج کرتے ہیں، جو ہاشمی صاحب کے اُسلوبِ ترجمہ کی روانی اور اثر انگیزی پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کے سامنے حسبِ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

> لوگو! ابھی ابھی مجھے وحی کی گئی ہے کہ جو شخص کسی حرام کام میں مبتلا ہو، پھر ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اُسے چھوڑ دے، اِس کے گناہ خداوند کریم معاف فرما دیتا ہے اور جو شخص کسی مومن یا کافر سے نیکی کرے، وہ اپنا بدلہ ضرور پاتا ہے، جلدی حاصل ہونے والی دنیا میں یا دیر سے آنے والی آخرت میں۔ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والوں پر جمعہ کے دِن جمعہ کی نماز فرض ہے، ہاں بچوں پر، عورتوں پر، بیماروں پر اور غلاموں پر فرض نہیں (وہ جمعہ نہ پڑھ سکیں تو ظہر پڑھ لیں) یاد رکھو جو جمعہ کی نماز سے بے پروائی

---

[20] رفیع الدین ہاشمی، خطباتِ رسول ﷺ (لاہور، منشورات، 1999ء)، 7۔

[21] ہاشمی، خطباتِ رسول ﷺ، 14۔

کرے، اللہ تعالیٰ بھی اُس سے منہ موڑ لے گا اور اللہ تعالیٰ (سارے جہان سے) بے نیاز،
بے پرواہ اور غنی ہے اور وہی تعریفوں والا اور مستحق تعریف ہے۔[22]

زیر نظر مجموعۂ خطبات، ہاشمی صاحب کی حضورِ اکرم ﷺ سے قلبی لگاؤ کی دلیل ہے۔ اُنھوں نے ایک عمدہ انتخاب کی ترتیب و تالیف میں راست فکری اور اِسلامی شعار سے عملی طور پر وابستگی کی قابل تقلید مثال پیش کی۔

سیرتِ سرورِ عالم، جلد سوم

رسول اکرم ﷺ کو خالق ارض و سما نے نسل انسانی کے لیے نمونۂ کاملہ اور اُسوۂ حسنہ بنایا ہے اور آپ ﷺ کے معمولاتِ زندگی قیامت تک کے لیے شعار و معیار ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے مطالعۂ سیرت کی ضرورت و اہمیت اظہر من الشّمس ہے کیونکہ ایک مسلمان رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو قانون و شریعت کا مآخذ سمجھتا ہے اور حضورِ اکرم ﷺ سے محبت کا عملی تقاضا بھی یہی ہے۔ سیرتِ رسول ﷺ کا مطالعہ محض ایک علمی مشغلہ ہی نہیں بلکہ ایک اہم دینی ضرورت بھی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس قدر کتب آپ ﷺ کے بارے میں لکھی گئی ہیں، اس کا عشر عشیر بھی کسی ایک شخصیت کے بارے میں نہیں لکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ زندگی کے مختلف گوشوں میں آپ ﷺ کی صفات و اخلاق، آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل اور خصائص کی معرفت حاصل کی جائے۔ زیر مطالعہ ''سیرت سرورِ عالم ﷺ، جلد سوم'' کو ہاشمی صاحب نے سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تصانیف، خاص طور پر ''تفہیم القرآن'' کی مدد سے مرتب کیا ہے۔ سیّد مودودی، اپنی زندگی میں یہ کتاب مرتب نہ کر سکے۔ خورشید احمد کے مطابق، ان کی وفات کے بعد:

اِس کی اوّلین ترتیب و تدوین برادرم حفیظ الرحمٰن احسن نے کی۔ پھر نظر ثانی کمیٹی نے بعض ترامیم اور حذف و اضافے تجویز کیے، جن کی روشنی میں دوسری اور آخری ترتیب و تدوین کا فریضہ برادرِ عزیز و محترم ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے انجام دیا۔[23]

گویا ''سیرتِ سرورِ عالم ﷺ'' سیّد مودودی کی موعودہ تصنیف کا درجہ رکھتی ہے۔ کتاب کے مندرجات حضور ﷺ کی مدنی زندگی پر محیط ہیں۔ مدنی زندگی کا احاطہ تیس (30) ابواب میں کیا گیا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے آخری دس برسوں کی زندگی (کی مصروفیات، سرگرمیوں، غزوات، دعوتی و تبلیغی تدابیر، اسفار، طرزِ حکمرانی اور اُسلوبِ شہادتِ حق وغیرہ) کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کی ترتیب و تالیف کے ضمن میں ہاشمی صاحب وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بنیادی طور پر یہ کتاب مولانا مودودی کی تحریروں ہی سے مرتب کی گئی ہے مگر ربطِ کلام کے لیے کہیں کہیں ناگزیر طور پر اضافے کیے گئے ہیں۔ اگر کوئی اہم واقعہ، بیان یا تفصیل

---

[22] ہاشمی، خطباتِ رسول ﷺ، 31۔

[23] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرتِ سرورؐ عالم، جلد سوم، مرتب۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2015ء)، 23-22۔

مولانا کے ہاں نہیں مل سکی تو ایسے اضافوں کے لیے مستند احادیث (ترجیحاً بخاری و مسلم)،
پھر ابن ہشام، بعد ازاں کتب سیر کی مسلمہ روایات سے مدد لی گئی ہے۔[24]

زیر نظر کتاب کی حتمی تسوید و تدوین میں ہاشمی صاحب کی محنت، لگن اور تحقیقی جستجو لائق تحسین ہے۔ اُنھوں نے سیّد مودودی کی تحریروں سے نیا لوازمہ تلاش کرکے ''سیرتِ سرورِ عالم، جلد سوم'' کو جامع انداز میں تدوین کے معروف اُصولوں کے مطابق مدوّن و مرتب کیا۔ کتاب کے مندرجات میں جگہ جگہ صاحب مرتب کی رسول اکرم ﷺ کی ذات سے عقیدت، محبت اور کاملاً قلبی وابستگی کا احساس جھلکتا ہے۔ غرض ''سیرتِ سرورِ عالم'' کی ترتیب و تدوین ہاشمی صاحب کا ایک اہم دینی کارنامہ ہے، جس سے اُن کے جذبۂ عشق رسول ﷺ کی گہرائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

علامہ اقبال اور میرِؐ حجاز

علّامہ اِقبال عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ اِقبال کا اُردو اور فارسی کلام اور نثر، عشق رسول ﷺ کے جذبے میں ڈوبا ہوا ہے۔ علّامہ اِقبال اپنے کلام میں حضورِ اکرم ﷺ کو متعدد اسما سے پکارتے ہیں اور اُنؐ سے اپنی قلبی محبت و موانست کا اظہار کرتے ہیں۔ اِن اسمائے مبارک میں دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کُل، یٰسین، طٰہٰ، رسالت مآب، رسالت پناہؐ، رسولِ پاکؐ، رسولِ عربیؐ، رسولؐ ہاشمی، سرورؐ عالم، میرؐ عرب اور کملیؐ والے جیسے تعظیمی القابات شامل ہیں۔ اِقبال عشقِ رسولؐ کو انسانیت کے لیے ایک نعمت کا درجہ دیتے ہیں۔ اقبال کو آپ ﷺ سے محبت کا جو درس اِن کے والد شیخ نور محمد نے دیا تھا، اُنھوں نے وہ سبق کبھی بھلایا نہیں بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اُن کے جذبہ عشق رسول ﷺ میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ ہاشمی صاحب کی زیر مطالعہ کتاب: ''اِقبال اور میرؐ حجاز'' میں حضورِ اکرم ﷺ کے لیے اقبال کی اسی محبت کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ یہ کتاب 1994ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اِس کا نظر ثانی شدہ اڈیشن 2015ء میں اشاعت آشنا ہوا۔ ہاشمی صاحب نے اقبال کے جذبۂ حب رسول ﷺ کو، اُن کے اُردو اور فارسی کلام کے علاوہ خطوطِ اقبال اور ملفوظات کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اِقبال کے کلام اور نثری تحریروں کے مطالعے سے یہ امر آشکار ہوا کہ اُنھوں نے روایتی طرز کی نعت نہیں کہی، البتہ باطنی مفاہیم کے حوالے سے اُن کا بیشتر کلام بذاتِ خود ایک نعت ہے:

> 'علّامہ اِقبال کے سوانح، شخصیت، شاعری اور نثری آثار کا مطالعہ کریں تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کا تعلق خاطر اور آپ ﷺ کے لیے ایک گہری دلی وابستگی اور ایک والہانہ شیفتگی، حیاتِ اقبال کا ایک نمایاں اور ذرّیں باب ہے۔ اِن کی زندگی کے ہر دور میں محبت رسول ﷺ کا یہ جذبہ ایک زندہ توانا اور ایک انقلاب انگیز قدر کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔[25]

---

[24] ہاشمی، مرتب، سیرتِ سرورؐ عالم، جلد سوم، 26۔

[25] ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، علّامہ اِقبال اور میرؐ حجاز (لاہور: بزم اقبال، 2015)، 27-26۔

زیر نظر کتاب میں ہاشمی صاحب نے اقبال کی حضورِ اکرم ﷺ سے روحانی اور قلبی وابستگی کے احوال کو بیس عنوانات کے تحت رقم کیا ہے۔ آغاز میں ''نواحِ مدینہ کا ایک منظر'' کے زیر عنوان، غزوۂ اُحد کے بعد کے ایک واقعے کو نہایت اثر انگیز پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ہاشمی صاحب نے اُس دور کی منظر کشی کرتے ہوئے ماحول میں اضطراب اور تجسّس کی کیفیات کو کمال خوبی سے لفظوں کی مالا میں پرویا ہے:

> یہ منظر نواحِ مدینہ کا ہے۔ غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی ہزیمت کی خبر پہنچی، تو دلوں میں وسوسوں اور اندیشوں کا طوفان اُمڈ آیا۔ ہر شخص بے چین تھا، کرب و اضطراب اور بے کلی کا شکار...... یہ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ یہ کیوں کر ممکن ہے؟......... ابھی ایک اُڑتی سی خبر تھی، تفصیل نہیں آئی تھی۔ خدا کرے یہ غلط ہو، محض ایک افواہ ہو....... اور اگر فی الواقع ایسا ہوا ہو......... کون کون شہید ہوا؟ کسی کو معلوم نہ تھا۔ ماحول میں ایک کھچاؤ، ایک تناؤ موجود تھا۔ ایک ناقابل بیان اور ناقابل تشریح اضطراب، بے چینی اور بے کلی کا شدید احساس.......۔[26]

اِس کتاب میں، ہاشمی صاحب نے علّامہ اِقبال کے حب رسول ﷺ کے جذبے پر اِس پہلو سے بھی نظر ڈالی ہے کہ حب رسول ﷺ کیا ہے؟ کیا یہ جذبہ محض چند معاشرتی آداب و رسوم، نعت خوانی، مجلس میلاد اور میلاد النبی ﷺ کے جلوس تک محدود ہے یا عملی طور پر سنت نبوی ﷺ کو اپنانے کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی زبانی کلامی توصیف و تحسین یا درود و سلام یا نعت خوانی سے، محبت رسول ﷺ کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے زبانی تعریف و توصیف سے زیادہ عمل کی تعلیم دی ہے۔ محبت رسول ﷺ، انسان کے باطن میں تبدیلی و پاکیزگی کی طالب ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ ایک دِن نبی کریم ﷺ نے وضو کیا۔ آپ ﷺ کے کچھ اصحاب، آپ ﷺ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے، آپ ﷺ نے پوچھا: تمھارے اِس کام کا محرک کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں کو اِس بات کی خوشی ہو کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں، تو اُنھیں چاہیے کہ جب بات کریں تو سچ بولیں، جب اِن کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اِس کو (بحفاظت) مالک کے حوالے کریں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔[27] اس حدیث کے بیان کا مقصد ہاشمی صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ محبت رسول ﷺ ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ اپنی عملی زندگی میں عمل صالح کا پرچار کریں۔ ہاشمی صاحب واضح کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا، حب رسول ﷺ کا تقاضا ہے اور تزکیے کا ایک طریقہ بھی، چنانچہ علّامہ اِقبال نے نبی کریم ﷺ پر بکثرت درود شریف پڑھنے کی تلقین کی ہے، لیکن اقبال اِسے بھی

---

[26] ہاشمی، علّامہ اِقبال اور میرِ حجاز، 17۔

[27] ڈاکٹر انیس احمد، حب رسول ﷺ اور اُس کے تقاضے (لاہور: منشورات، 2011ء)، 4۔

کافی نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں اِس سے آگے بڑھ کر محبت رسول ﷺ کا ایک اور تقاضا یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کی خدمت کی جائے کیونکہ دین نبیؐ مسلمان معاشروں میں اجنبی ہو کر رہ گیا ہے۔[28]

اقبال کے نزدیک حب رسول ﷺ کے ذریعے دُنیا کی بڑی سے بڑی نعمت کا حصول ممکن ہے، بلکہ زمین و آسمان کی ساری عزتیں اور ساری نعمتیں صرف اِسی طریقے سے مل سکتی ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں[29]

ہر کہ عشق مصطفیؐ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست[30]

ہاشمی صاحب نے اِس سوال کا بھی تفصیلی جواب دیا ہے کہ اقبال، حیاتِ مستعار میں مدینہ منورہ کیوں نہیں حاضر ہوئے؟ اُنھوں نے ”روضۂ رسول ﷺ پر، کس منہ سے........“ کے زیر عنوان بیان کیا کہ اقبال کے دِل میں اِس بات کا گہرا احساس تھا کہ روضۂ رسولؐ پر حاضری کے کیا تقاضے ہوتے ہیں۔ تمام تر خواہش کے باوجود، وہ خود کو اِس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ اِس ہستی کے حضور حاضر ہوں۔ اقبال کی اِن کیفیات اور احساسات کو، فقیر سیّد وحید الدین کی ایک روایت کے حوالے سے، ہاشمی صاحب اِس طرح واضح کرتے ہیں:

> علّامہ یورپ سے واپس آئے تو والد مرحوم (فقیر سیّد نجم الدین) اِس موقعے پر ان سے ملنے گئے۔ والد مرحوم نے اثنائے گفتگو کہا: اِقبال! تم یورپ ہو آئے ہو، مصر اور فلسطین کی سیر بھی کی، کیا اچھا ہوتا کہ واپسی پر روضۂ رسول ﷺ کی زیارت سے بھی آنکھیں نورانی کر لیتے، یہ سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کی حالت دگرگوں ہو گئی یعنی چہرے پر زردی چھا گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ چند لمحے تک یہی کیفیت رہی۔ پھر کہنے لگ: ”فقیر! میں کس منہ سے روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہوتا۔[31]

زیر مطالعہ کتاب میں ایک عنوان: ”آرزوئے حجاز تیز تر.........“ کے تحت ہاشمی صاحب نشاندہی کرتے ہیں کہ علّامہ اِقبال نے مشکلات اور موانع کے باوجود سفر حجاز کا ارادہ ترک نہیں کیا۔ اقبال کے دیرینہ دوست میر غلام بھیک نیرنگ بتاتے ہیں کہ زندگی کے آخری تین چار سال میں وہ حج بیت اللہ اور زیارتِ رسول ﷺ کی تجویزیں اور تدبیریں سوچتے

---

[28] ہاشمی، علامہ اقبال اور میرؒ حجاز، 45۔

[29] علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، اُردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1986ء)، 208۔

[30] علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، فارسی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1985ء)، 20۔

[31] ہاشمی، علامہ اِقبال اور میرؒ حجاز، 58۔

رہتے۔[32] وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سفرِ حجاز کی آرزو تیز تر ہوتی گئی۔ اِس کا ذکر اِن کے خطوں میں بھی ملتا ہے۔ 13 جون 1937ء کو عبداللہ چغتائی کے نام لکھتے ہیں: "اگر توفیق الٰہی شامل حال رہی تو زیادہ سے زیادہ مکہ ہوتا ہوا، ممکن ہے مدینہ تک پہنچ سکوں۔ اب مجھ ایسے گناہ گاروں کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانِ رسالت کے سوا اور کہاں جائے پناہ ہے۔"[33] سر اکبر حیدری کے نام ایک خط میں آستانۂ رسالت ﷺ پر حاضری کی والہانہ تمنا کا اظہار اِس طرح کرتے ہیں:

> تنہا خواہش، جو ہنوز میرے دِل میں خلش پیدا کرتی ہے، یہ رہ گئی ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو حج کے لیے مکہ جاؤں اور وہاں سے اُس ہستی کے مزار پر حاضری دوں جس کا ذاتِ الٰہی سے بے پایاں شغف، میرے لیے وجہ تسکین اور سرچشمۂ الہام رہا ہے۔ میری جذباتی زندگی کا سانچا کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ انفرادی شعور کی ابدیت پر مضبوط یقین رکھے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ رہنا میرے لیے ممکن نہیں ہو سکا۔ یہ یقین مجھے پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ گرامی سے حاصل ہوا ہے۔ میرا ہر بن مُو آپ ﷺ کی احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہے اور میری روح ایک بھرپور اظہار کی طالب ہے جو صرف آپ ﷺ کے مزارِ مقدس ہی پر ممکن ہے۔ اگر خدا نے توفیق بخشی تو میرا حج اظہارِ تشکر کی ایک شکل ہو گی۔[34]

ہاشمی صاحب لکھتے ہیں کہ جب مزید کچھ عرصے تک اِس سفر کی نوبت نہیں آسکی تو یہ آرزو ایک حسرت وارمان کی شکل اختیار کر گئی۔ "........ ہوائے منزلِ دوست" کے عنوان تلے، اِقبال کی سفرِ حج اور زیارتِ مدینہ کی آرزو اور خلش کو بیان کیا گیا ہے۔ اِس آرزو نے انھیں مستقلاً بے چین اور مضطرب رکھا۔ اُنھوں نے مقدس سفر کی مناسبت سے متعدد قطعات اور رباعیات بھی قلم بند کر لی تھیں۔ "ارمغانِ حجاز" میں سوز و گداز کی کیفیت اور دربارِ رسالت ؐ میں حاضری کا تصور انتہا درجے پر نظر آتا ہے۔ عالم تصور میں وہ مدینہ طیبہ کی جانب رواں دواں ہیں:

بہ ایں پیری رہِ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چوں آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام
کشاید پر بہ فکر آشیانہ[35]

---

[32] ہاشمی، علامہ اقبال اور میرِ حجاز، 59۔

[33] شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، حصہ دوم (لاہور: شیخ محمد اشرف، 1951ء)، 341۔

[34] رفیع الدین ہاشمی، خطوطِ اقبال (لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، 1976ء)، 277-278۔

[35] محمد حمزہ فاروقی، حیاتِ اقبال کے مخفی گوشے (لاہور: ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، پنجاب، یونیورسٹی، 1988ء)، 561-562۔

(اس بڑھاپے میں، مَیں مدینے کی طرف سرورِ عاشقی سے مست گاتا چلا جارہا ہوں اور میری مثال اُس پرندے سے مختلف نہیں ہے جو شام کے وقت صحرا میں آشیانہ بنانے کی فکر میں مستعد ہے)۔

زیر مطالعہ کتاب کے آخری عنوان "...... کہ میرم در حجاز" میں ہاشمی صاحب نے نہایت دل گداز انداز میں اقبال کی اس خواہش کا تذکرہ کیا ہے کہ انھیں سرزمین یثرب میں پیوند خاک ہو نا نصیب ہو جائے لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ حیاتِ مستعار میں ہزار تمنا کے باوجود سفرِ حجاز کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ ہاشمی صاحب نے بجا کہا ہے کہ اقبال اِس جہانِ فانی سے رخصت ہو کر ایک ایسے مقام پر آسودۂ خاک ہیں، جہاں دنیا کے دُور دراز خطوں سے آنے والے ہزاروں، لاکھوں مسلمان اُن کے لیے مستقلاً دست بہ دُعا رہتے ہیں۔ یہ "رُتبہ بلند" ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ اِس کے لیے "عاشق پاک طینت" ہونا شرط ہے۔ عشق رسول ﷺ کا دعویٰ کرنے والے کم ہی لوگ اقبال کی سی خوبی و وار فتگی کے ساتھ اِس شرط پر پورے اُترتے ہوں گے۔ [36]

بحیثیت مجموعی زیر نظر کتاب میں ہاشمی صاحب نے اختصار مگر جامع اُسلوب میں علامہ اقبال اور محبت رسول ﷺ کے موضوع پر اہم لوازمہ فراہم کیا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے لفظوں کے چناؤ اور احساسات کی ترجمانی میں عقیدت و احترام کے تقاضوں کی پاسداری کی ہے۔ تحقیق کے اُصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مستند انداز میں حوالہ جات کا اہتمام کیا۔ اقبال کے شعری اور نثری آثار سے اکتساب کیا اور اُن کے بیان میں مبالغے سے گریز کیا۔ حبِّ رسول ﷺ اور سنت نبوی ﷺ کی ترویج اور فروغ کے لیے ہاشمی صاحب ہر آن مستعد رہتے ہیں۔ اقبال اور میرؑ حجاز کے موضوع کو جس دِل گداز پیرائے میں حوالۂ قرطاس کیا ہے، اُس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ گویا ہاشمی صاحب نے اپنے قلب کی روداد قلم بند کی ہے۔ محولہ بالا مفصل مضامین اور کتب کے علاوہ ہاشمی صاحب کی دیگر تحریروں کے بین السطور میں بھی اسلامی رجحانات، تاریخ اِسلام، مذہبی و دینی روایات کی عمدہ مثالیں، قارئین کی توجہ اپنی جانب ملتفت کرتی ہیں، مثلاً ہاشمی صاحب نے سفری احوال کے بیان میں دینی ضابطوں کا خاص خیال رکھا ہے۔ ان کا وہ سفر نامہ، جو سرزمین اُندلس کے مشاہدات پر مشتمل ہے، روایتی سفر ناموں سے قدرے مختلف نظر آتا ہے۔ اپنے مشاہدات اور احساسات کے بیان میں فکشن اور فینٹسی سے احتراز کیا۔ دورانِ سفر، تاریخ اُندلس کے حوالے اُنھیں مسلمانوں کے شان دار ماضی کی یاد دِلاتے ہیں۔ کھوئی ہوئی پُر شکوہ اسلامی تہذیب کا احساس انھیں ماضی کے ایوانوں میں لے جاتا ہے اور وہ زوالِ اُندلس پر ملول و افسردہ ہو جاتے ہیں۔ دورانِ سفر، مسجد قرطبہ کی زیارت سے جہاں شادکام ہوئے، وہیں رنج و الم کی کیفیات سے بھی دوچار ہوئے کیونکہ صناعی و کاری گری کے اِس پیکر جمیل کو کلیسائی ملبوس میں دیکھ کر اُن کا دِل تاسف اور افسردگی میں مبتلا ہو گیا۔ عیسائیوں کے نزدیک یہ پوری عمارت کلیسا ہے نہ کہ مسجد اور سرکاری نام "قرطبہ کا مسجد گرجا" ہے۔ اِس تعصب اور مذہبی جنونیت نے اُنھیں سوچنے پر مجبور کر دیا:

---

[36] ہاشمی، علامہ اقبال اور میرؑ حجاز، 70۔

مسجد ایسے نادر الوجود حسین و جمیل اور شاہکار فن پارے کی توڑ پھوڑ اور اِس کی ہیت کو مسخ کرنا دِل گردے کا کام ہے۔ مسلم دشمنی اور تنگ ظرفی کے ساتھ ساتھ انتہا درجے کی قلبی شقاوت کے بغیر، یہ کارنامہ، انجام دینا ممکن نہ تھا۔[37]

ہاشمی صاحب کا سفر نامۂ اُندلس اپنے باطن میں گہری معنویت، احساس زیاں اور دِلچسپی و دِل کشی کے متنوع عناصر لیے ہوئے۔ دورانِ مطالعہ، قاری کی توجہ لمحے بھر کے لیے بھی اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتی، قاری سفر نامہ نگار کے مشاہدات اور تجزیات کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہے۔ ہاشمی صاحب نے رواں اُسلوب میں ماضی اور حال کے واقعات کو فطری انداز میں بیان کیا ہے۔ اُن کے شعور اور لاشعور میں سانس لیتا مذہبی پس منظر، اُنھیں دورانِ سفر جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہیں دیتا۔ مزید برآں ہاشمی صاحب کے اسلامی، تاریخی شخصیات پر تحریر کیے گئے شخصی مضامین، نسل نَو کی کردار سازی میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ اِن مضامین میں کرداری اوصاف کے ساتھ ساتھ دینی اور مذہبی خدمات اور فتوحات کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔ مثلاً: اُنھوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ، امام مالکؒ، صدیق اکبرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عمر فاروقؓ، مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ، مہتدی باللہ (بنی عباس کا ایک اصلاح پسند فرمانروا) وغیرہ شخصیات کو موضوع بنایا۔ قارئین، اِن مضامین کے مطالعے سے اپنے اسلاف کے ذرّیں کارناموں سے آگاہی حاصل کرکے اپنے حال کو ماضی کے آئینے میں سنوار سکتے ہیں۔

خلاصۂ بحث

ہاشمی صاحب کی تحریرات کے جامع مطالعے اور تجزیے کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں قطعی حق بجانب ہیں کہ اُن کے علمی آثار اسلامی تہذیب و تمدن اور مذہبی روایات کی مکمل پاسداری کے امین ہیں۔ ان کی تحریریں تعصب، تنگ نظری، مذہبی جنونیت، جانب داری اور ادبی گروہ بندی سے بالاتر ہیں۔ دینی لٹریچر کی ترویج واشاعت میں ہمہ وقت مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ خلافِ شرع معاملات پر برملا زبانی اور تحریری اظہار کرتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے رجحانات اور اِسلامی طرزِ فکر کو موثر استدلال کے ساتھ اپنی کتب میں پیش کیا ہے۔ اِن کی تحریریں ہمیں تناقص و تضاد کی صورتِ حال سے مبرا دکھائی دیتی ہیں۔ ہاشمی صاحب نے اپنی تحریروں میں روسی انقلاب کے مسلم کش حقائق کو بے نقاب کیا۔ اِس ضمن میں اُنھوں نے ''سوشلزم اور مذہب''، ''سوشلزم اور تشدد''، ''سوشلزم اور کسان'' اور ''سوشلزم اور جمہوریت'' کے زیر عنوان کتابچے تحریر کیے۔ اِن کتابوں میں اُنھوں نے سوشلسٹ نظام کا جامع محاکمہ کیا اور ''اِسلامی سوشلزم'' کی اصطلاح وضع کرنے والے قائدین کو قرآن اور احادیث کے حوالے سے مُسکت جواب دیا۔ اُن کی کتب ''شب بیداری''، ''خطباتِ رسول ﷺ'' اور ''اقبال اور میرؒ حجاز'' اپنے موضوع پر نہایت بصیرت افروز لوازمہ فراہم کرتی ہیں۔ ان کے مطالعے سے ہر عمر کا قاری استفادہ کر سکتا ہے۔ قرآن واحادیث اور مشاہیر اسلام کے شخصی مطالعات نے ہاشمی صاحب کی تحریروں

---

[37] ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، پوشیدہ تری خاک میں (لاہور: ادبیات، 2011ء)، 73۔

میں اعتدال و توازن کی فضا کو برقرار رکھا۔ غرض ہاشمی صاحب نے اپنی تحریرات میں دینی مسائل سے دِلچسپی اور اُن کا حل، سنت رسول ﷺ کی ترویج و فروغ، احکاماتِ الٰہی سے گہری محبت اور وابستگی کو موثر انداز میں سمویا ہے۔ یہ تحریریں اُن کے اخلاقی، مذہبی اور اِسلامی رجحانات و میلانات کو سمجھنے میں بھرپور معاونت کرتی ہیں۔ بلاشبہ ہاشمی صاحب کی اسلامی رجحانات کی حامل کتب اور مضامین، قارئین کے ذوقِ مطالعہ پر گہرے اور اَن مِٹ نقوش مرتسم کرتی ہیں۔